اردو ادبی تاریخ نویسی کا اہم نام۔ وہاب اشرفی

منزہ منور

Munazza Munawar

Senior Lecturer, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

This article is based on the introduction of Wahab Ashrfi as a history writer "Wahab Ashrafi batour Murakh". There are two well-known published books of Wahab Ashrafi which are "History of Urdu Literature" and "History of Universe Literature". It has elaborated in this article about the great work of Wahab Ashrafi as a history writer. This article will be helpful for the memorable of Wahab Ashrafi as a history writer.

بہت کم افراد ایسے ہیں جو ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہوتے ہیں ان میں ایک نام وہاب اشرفی کا بھی ہے۔ ان کی متعدد حیثیتیں ہیں۔ ممتاز مورخ منفرد نقاد، محقق، افسانہ نگار، صحافی، استاد اور دانشور۔ اعلیٰ تعلیم سے آراستہ اور مطالعے کی وسعت سے ہی ان کو یہ مقام ملا ہے۔

وہاب اشرفی مشرقی و مغربی ادبی تصورات، خیالات اور شعریات کے سلسلے میں ہمیشہ نئی معلومات حاصل کرنے کی لگن میں رہتے ہیں۔ ایسے منفرد شخصیت کے حامل شخص کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ان کا ادبی دائرہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے بہت سے ادبی کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ایک مثال ''تاریخ ادبیات عالم'' ہے۔ یہ عالمی ادب کی بے مثال کتاب ہے۔ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب میں ادب کی دنیا سے جن افراد کا تعلق ہے وہ چاہے دنیا کے کسی بھی جگہ کا رہنے والا ادیب ہو، ان کا ذکر اسی کتاب میں مل جائے گا۔ مشرق و مغرب کے تقریباً تمام ادیبوں پر تبصرہ اس کتاب میں ہے۔ وہاب اشرفی نے اس منصوبے کو تکمیل تک پہنچایا اور دنیا کے ادب کو ایک جگہ یکجا کر دیا۔ یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے جسے ادبی دنیا کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ ڈاکٹر انور سدید وہاب اشرفی کے بارے میں انٹرویو میں اس حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''وہاب اشرفی کے ادبی مطالعے کی وسعت کے اعتبار سے انہیں چلتا پھرتا انسائکلو پیڈیا کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اس کا ثبوت اولاً ''تاریخ ادبیات عالم'' اور

ثانیاً ''تاریخ ادب اردو ابتدا سے ۲۰۰۰ء تک'' ہے۔''(۱)

وہاب اشرفی کا دوسرا اہم کارنامہ ''تاریخ ادبِ اردو'' ہے جو ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی یہ کتاب بھی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ ادبی تاریخ کی روایت کا آغاز تو رام بابو سکسینہ کی کتاب ''تاریخِ ادبِ اردو'' سے ہوا اور اب تک بہت زیادہ ادبی تاریخ کی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں ان کتابوں میں نیا اضافہ وہاب اشرفی کی ''تاریخ ادب اردو'' ہے۔ ان کی یہ کتابیں تین جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ کتاب ابتدا سے ۲۰۰۰ء تک کے اردو ادب کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اتنے پھیلے ہوئے کام کو تین جلدوں میں سمیٹنا آسان کام نہیں ہوتا۔ لیکن انہوں نے بہت خوبصورتی سے ان تینوں جلدوں میں اردو ادب کی تاریخ کو محفوظ کر دیا۔

''تاریخ ادب اردو'' یہ کتاب اس لئے بھی منفرد ہے کہ اس میں ۲۰۰۰ء تک کے اردو ادب کی تاریخ ہے اور اب تک جتنی بھی ادبی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی ادبی تاریخ ۲۰۰۰ء تک کے ادب تک پہنچ نہ سکی ماسوائے ڈاکٹر سلیم اختر کی ''اردو کی مختصر ترین کتاب'' لیکن ڈاکٹر سلیم اختر نے ادبی پس منظر زیادہ دیا ہے اور زیادہ تر صرف اہم ادیبوں اور شاعروں پر تبصرہ کیا ہے اور ان کے سوانحی حالات بھی لکھے۔ بھارت کے اردو ادیبوں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں رہنے والے تمام ادیبوں کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ اس کے علاوہ تعصب سے بچتے ہوئے اپنے معاصرین ادب کو بھی ادبی تاریخ میں جگہ دی اور ان کے بارے میں سیر حاصل تبصرہ کیا۔ وہاب اشرفی ''تاریخ ادب اردو'' (جلد اول) میں ادبی تاریخ میں معاصرین ادب کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''میں مغرب کے حوالے سے یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں کہ وہاں کی ادبی تاریخیں بے حد اپ ڈیٹ ہوتی ہیں۔ مغربی ادبی مورخ کسی بھی فنکار کے بارے میں چاہے وہ اس کا ہمعصر ہی کیوں نہ ہو ایک رائے قائم کر لیتا ہے، اور انتخاب اس کے صوابدید پر منحصر ہے۔ لیکن اردو میں ایسے مظاہرے سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اس رجحان کو بدلنا چاہئے۔''(۲)

وہ ادبی تاریخ کو جدید تقاضوں کے ہم آہنگ کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اپنی کتاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا ہے وہ سب نام بھی اپنی کتاب میں شامل کئے ہیں۔ جو ابھی بھی ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر جمیل جالبی وغیرہ معاصرین کا ذکر کر کے اپنی ادبی تاریخ کو بالکل الگ اور منفرد انداز دیا ہے۔ یہ انداز اب تک کی ادبی تاریخ میں نہیں ملتا۔

ادبی تاریخ میں تحقیق کی بہت اہمیت ہے جب تک ہم خود تحقیق کر کے مواد اکٹھا نہیں کریں گے اور دوسروں کی تحقیق کو نقل کریں گے تو ہماری تحقیق کو مستند نہیں مانا جائے گا لیکن وہاب اشرفی نے ''تاریخ ادب اردو'' لکھتے ہوئے ذاتی تحقیق سے کام لیا ہے اور مستند ذرائع سے تحقیق کی ہے جس کے بعد انہوں

نے جو بھی سنین دیئے ہیں اور سوانح حالات دیئے ہیں وہ مستند ہیں۔ وہاب اشرفی نے تحقیق کر کے کچھ ایسے نام بھی سامنے لائے جن کو اردو ادب کی تاریخ میں فراموش کر دیا گیا تھا ان میں انجم مانپوری اور جمیلہ خدا بخش وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر وہاب اشرفی کی ''تاریخ ادب اردو'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''وہاب اشرفی نے فراہمی مواد کیلئے ہر طرح کی سعی کی۔ بالخصوص دکنیات کے ضمن میں پروفیسر وہاب اشرفی نے مستند حوالوں سے اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔''(۳)

مورخ کا غیر جانبداری سے حالات و واقعات کو بیان کرنا چاہیے علاوہ ازیں غیر جانبدار رائے دینا، تحاریر کا انتخاب کرنا، نتائج اخذ کرنا، سوانحی قصیدہ نگاری سے اجتناب، تصنیف اور مصنف دونوں پر ضرورت کے وقت بے لاگ تبصرہ وغیرہ وغیرہ اس ادبی تاریخ کے اہم اصول پر توجہ دلاتے ہوئے وہاب اشرفی تاریخِ ادب اُردو جلد اول کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''ادبی مورخ کی اپنی پسند ناپسند اپنی جگہ لیکن علاقائی تعصب بھی کسی کے یہاں گلے کا پھانس رہا ہے۔ اپنے علاقے کے ہر کہہ ومہہ کو استناد بخشنا انہیں بانس پر چڑھنا اور دوسرے علاقوں کے ممتاز فنکاروں کے بارے میں بے مروت ہونا عام سی بات ہے۔ بہار سے دو مثالیں دیتا ہوں۔ امداد امام اثر کی کاشف الحقائق حالی کی مقدمہ شعر وشاعری کے آس پاس شائع ہوئی کاشف الحقائق کا کینوس بڑا تھا۔ اس میں بعض عالمی ادیبوں اور شاعروں سے بھی روشناس کرانے کی سعی ملتی ہے۔ شعر وشاعری اپنی جگہ پر لیکن کیا کیجیے ایک عرصے تک یہ کتاب سرد خانے میں پڑی رہی، کچھ لوگوں نے توجہ بھی کی تو سرسری، حد تو یہ ہے کہ عظیم آباد ہی کے کلیم الدین احمد نے اُردو تنقید پر ایک نظر میں امداد اثر کے ساتھ زیادتی کی بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اُردو تنقید کے ساتھ ظلم کیا ہے۔''(۴)

ادبی تاریخ میں مورخ اگر تعصب سے کام لے گا تو بہت اہم ادیب اور شاعروں کی اہمیت کا ہمیں کبھی بھی علم نہیں ہو سکے گا۔

وہاب اشرفی نے ''تاریخ ادب اردو'' میں آغاز میں ''اردو کے لسانی مباحث'' پر تبصرہ کیا اور مختلف ماہر لسانیات کی رائے بھی دی ہے لسانی مباحث کے عمومی جائزے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اردو کے پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے میں ہندوؤں کا بھی ہاتھ ہے جو کہ درست ہے یہ تبصرہ مختصر ہے مگر جامع انداز میں لسانی مباحث کا جائزہ لیا ان کے ان مباحث کو سامنے رکھ کر آئندہ آنے والے ماہر لسانیت اور مورخین ان پر مزید تحقیق کریں گے کیونکہ تحقیق کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

وہاب اشرفی اہم نقادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ تنقید کے حوالے سے انہوں نے جو بھی کام کیا

ان کا یہ کام ہمیشہ ادبی دنیا میں زندہ رہے گا۔ بحیثیت نقاد ان کا ایک الگ مقام ہے۔ انہوں نے تنقید کا آغاز طالبعلمی میں ہی کر لیا تھا۔ ان کی پہلی تصنیف ''قطب مشتری اور اس کا تنقیدی جائزہ'' ہے۔ جس میں انہوں نے زبان اردو کے جدید تنقیدی معیار کو پر کرنے کی کوشش کی تھی یہ کوشش بار آور ہوئی۔ پہلی کتاب ہی خاصی مقبول ہوئی۔ اس کے بعد ''قدیم ادبی تنقید''، ''مثنوی اور مثنویات''، مثنویات میر کا تنقیدی جائزہ، ''قدیم مغربی تنقید''، اس کے علاوہ بہت سے اور نام ہیں جن کی وجہ سے وہاب اشرفی کا بطور نقاد ادبی حلقوں میں پہچانے جانے لگے اور اہم نقادوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ وہاب اشرفی نے'' تاریخ ادب اردو'' میں آزادی رائے سے کام لیا اور دوسروں کی تنقیدی رائے کا اظہار آزادی سے کرتے ہیں اور اگر کسی سے اختلاف ہے تو پھر بھی شائستگی سے کام لیتے ہیں۔

تاریخ ادب اردو (جلد اول) کے طنز و مزاح کے باب سے چند مثالیں دیکھیں:

انجم مانپوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رشید احمد صدیقی اور پطرس بخاری نے الگ الگ ظرافت کی جوت جلائی تھی۔ لیکن انجم مانپوری نے سب سے الگ زندگی کی ناہمواری کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ ان کے موضوعات بھاری بھر کم نہیں ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اس طرح پیش کرتے ہیں۔ کہ ظرافت کے حوالے سے حسن و قبح نمایاں ہو جاتے ہیں۔''(۵)

عظیم بیگ چغتائی کی مزاح نگاری پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ مزاح نگاروں یا ظرافت نگاروں میں عظیم بیگ چغتائی کی اہمیت کیا ہے؟ جواباً یہ کہا جا سکتا ہے یہ عظیم نہ تو فلسفی تھے نہ مفکر، نہ ہی ان کی تحریر میں کسی قسم کی گہرائی ہے۔ اچھی اور ظرافت ہنستے ہنساتے ایک ایسی فضا تشکیل کرتی ہے جو فکری اعتبار سے اہم ہو جاتی ہے۔ یہ صورت عظیم بیگ چغتائی کی تحریروں میں معدوم ہے۔ لہٰذا انہیں بلند پایہ ظرافت نگار کہنا غلط ہوگا۔''(۶)

اس طرح کے اختلافی بیانات سے وہاب اشرفی اپنی تنقیدی رائے کو مضبوط بناتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اختلافی مباحثوں سے ان کی'' تاریخ ادب اردو'' بہت دلچسپ ہو گئی ہے۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ وہاب اشرفی کی نکتہ آفرینی بھی حرف آخر نہیں بلکہ اس طرح کے نئے مباحث سے کسی بھی ادیب اور شاعر کے بارے میں تحقیق نئے انداز سے کی جا سکتی ہے۔

ادبی تاریخ کی کتابوں میں جہاں تحقیق و تنقید، درست سنین، تعصب سے بچنا یہ سب ضروری ہے وہاں ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ ادبی تاریخ کے اسلوب کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے تا کہ قاری ادبی تاریخ کے پڑھنے میں دلچسپی لے اور اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔ اسلوب میں سادگی کے علاوہ شائستگی بھی

ہونی چاہئے۔ وہاب اشرفی نے بھی تاریخ اردو میں اسلوب کی طرف خاص طور پر توجہ دی ہے۔ ان کے اسلوب میں سادگی، شائستگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے رواں انداز میں تاریخ ادب اردو، لکھی ہے۔ کہیں کوئی مشکل لفظ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ ڈاکٹر مناظر حسن اپنی کتاب ’’وہاب اشرفی شخصیت وفن‘‘ میں وہاب اشرفی کے اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

> ’’وہاب اشرفی ایک تجزیاتی اسلوب کے مالک نظر آتے ہیں، یہاں نہ تو رنگین بیانی، مرصع کاری، قافیہ پیمائی اور استعارات وتشبیہات کے استعمال کے منظر دکھائی دیتا ہے، نہ ہی الفاظ کے شاعرانہ استعمال کا۔‘‘(۷)

وہاب اشرفی مختلف حقائق کو بیان کرتے ہیں اور تمام دلائل کی روشنی میں اپنے رائے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ ہی تنقید نگار کا انداز ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ ان کے اسلوب کی یہ بھی خصوصیت یہ کہ نہ عبارت کے دوران اور نہ ہی آخر میں فیصلہ کے وقت وہ کوئی پیچیدہ اسلوب اختیار کرتے ہیں اور ان کی سادہ بیانی پر لطف بھی ہوتی ہے اور قابل فہم بھی۔

وہاب اشرفی کی شخصیت ہمہ جہت اور ان کی ادبی خدمات متنوع ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو وہاب اشرفی نے ’’تاریخ ادب اردو‘‘ میں جتنی معلومات شاعروں، ادیبوں، افسانہ نگاروں، تنقید نگاروں اور محققین کے بارے میں دی ہے۔ وہ بے مثال ہے ایسا لگتا ہے کہ وہاب اشرفی کی ’’تاریخ ادب اردو‘‘ آسمان ہے جس میں اردو ادب سے تعلق رکھنے والے تمام ادیبوں اور شاعروں کا ستاروں کی مانند جھرمٹ سجا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر سے گفتگو کے دوران سوال پوچھا کہ وہاب اشرفی کا ادبی تاریخ کی روایت میں کیا مقام ہے؟ تو اس کے جواب میں ڈاکٹر سلیم اختر بتاتے ہیں کہ:

> ’’اردو میں گنتی کی چند اچھی ادبی تواریخ ملتی ہیں۔ تمام خامیوں کے باوجود آزاد کی ’’آب حیات‘‘ آج بھی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے اس کے بعد رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر جمیل جالبی آجائیں ہمیں بہت زیادہ کام نہیں ملتا جو اس دوران تواریخ لکھی گئیں۔ اس تناظر میں دیکھیں تو وہاب اشرفی کی کتاب خاصے کی چیز ہے۔ انہوں نے ہر ممکن طریقے سے جدید ترین کوائف جمع کرنے کی کوشش کی اس لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ تاریخ ’’تاریخ ادب اردو‘‘ کو اپ ٹو ڈیٹ کرتی ہے۔ ہندوستان میں جہاں اردو کی ہندی کہا جا رہا ہے اور ان کی فلموں، گانوں کے ذریعے جو زبان سننے کو مل رہی ہے اسے تو اردو پر تہمت قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس تناظر میں وہاب اشرفی کی ’’تاریخ ادب اردو‘‘ کو قلم بند کر کے ایک طرح سے فرضی کفایہ ادا کیا اور اردو ادب کے سنجیدہ دلچسپی رکھنے والے

پروفیسروں ناقدین اور محققین کو راہ دکھائی ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ آنے والے وقت پر بھی اس کتاب کی قدر و قیمت برقرار رہے گی۔''(۸)

وہاب اشرفی منفرد مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال نقاد بھی ہیں۔ آئندہ آنے والے ادوار میں مورخین اس کتاب میں ضرور استفادہ کریں گے اور ان کی تحقیق کو مزید آگے بڑھائیں گے اور مورخین اپنی مرضی کے مطابق مواد ان کی ''تاریخ ادب اردو'' سے اخذ کریں گے۔ اس تاریخ ادب اردو سے ادب کا ہر طالب علم عموماً اور تاریخ ادب سے دلچسپی رکھنے والے خصوصاً فائدہ اٹھائیں گے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ادبی تاریخ کی روایت میں اہم مقام رکھتے ہیں لیکن وہاب اشرفی بھی ادبی تاریخ کی روایت میں ایک اچھا اضافہ ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ منزہ منور، انٹرویو از ڈاکٹر انور سدید، بمقام اقبال ٹاؤن، لاہور، تاریخ ۲۳ جولائی ۲۰۱۱ء

۲۔ وہاب اشرفی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص:۲۰

۳۔ وہاب اشرفی، تاریخِ ادبِ اُردو، جلد اول، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص:۱۹

۴۔ منزہ منور، انٹرویو از ڈاکٹر سلیم اختر، بمقام اقبال ٹاؤن، لاہور، تاریخ ۲۰ جولائی ۲۰۱۱ء

۵۔ وہاب اشرفی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص:۵۸۴

۶۔ ایضاً، ص:۵۹۴

۷۔ ڈاکٹر مناظر حسین، وہاب اشرفی شخصیت وفن، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص:۳۵۲

۸۔ منزہ منور، انٹرویو از ڈاکٹر سلیم اختر، بمقام اقبال ٹاؤن، لاہور، تاریخ ۲۰ جولائی ۲۰۱۱ء

☆......☆......☆